معرفتِ نبوت

قرآن اور عقلی دلائل کی روشنی میں



نعمان نیئر کلاچوی

معرفتِ نبوت

قرآن اور عقلی دلائل کی روشنی میں

نعمان نیئر کلاچوی

نام مقالہ	معرفتِ نبوت
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	جولائی، 2025

فہرست

پیش گفتار

انسان جانور نہیں ہے نہ ہی وحشی درندہ ہے بلکہ شعور و اخلاق کا حامل وہ خدائی مظہر ہے جس کا ثانی فی الحال تو اِس بسیط کائنات موجود نہیں۔ مادہ کہاں سے آیا پھر مادہ میں حیات کیسے پیدا ہو گئی اور حیات میں اِس قدر پیچیدہ نظمِ اخلاق، جمالیاتی احساس اور بے مثال ذہانت کیسے واقع ہو گئی، اِن سوالات کے جوابات صرف مذہب کے پاس ہیں۔

مذہب کی دو اقسام ہیں۔ ایک مذہبِ فطرت جس کا انتظام ہر انسان کے اندر پیدائشی طور پر موجود ہے جسے مَیں نبوتِ تکوینی (Intrinsic Guidance) سے تعبیر کرتا ہوں اور جس کی تائید قرآن میں بھی موجود ہے۔ سورہ الشمس میں ہے کہ فألهمها فجورها و تقوها۔ یعنی انسان کو اُس کی خیر اور شر دونوں طرح کا شعور عطاء کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ شعور چونکہ انسان کے اندر خام حالت میں موجود ہوتا ہے اِس لئے کامل تزکیہِ نفس (Development of Self) کیلئے پھر نبوتِ تشریعی (Legislative Guidance) کی ضرورت پڑتی ہے اور یہیں سے نبوت کی اہمیت آفاقی (Universal) ہو جاتی ہے۔

یہ کس قدر معقول انتظام ہے کہ انسان اگر کسی نبی کی دعوت سے کسی سبب محروم بھی رہ گیا تو خدا نے اِسے اِس کی خیر اور شر دونوں راستے سمجھا دیئے لیکن چونکہ عموماً انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت انسانی معاشروں میں کسی نہ کسی طرح سے

پہنچ جایا کرتی ہے اِس لئے انسان پھر ماخوذ (Accountable) ہو جاتا ہے کہ وہ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہے کیونکہ اِس کی ضرورت اِس کے وجود میں پیدائشی طور پر خام صورت میں رکھ دی گئی ہے۔

نبوتِ تکوینی جہاں انسان کو دیگر مخلوقات سے ممیز کر دیتی ہے تو وہاں نبوتِ تشریعی انسان کے اندر گہرائی میں پیوست وجودی پُکار (Existential Call) کو تسلی بخش طریق سے ٹھکانے لگا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے یہ خبر دی کہ ہر قوم کیلیئے ایک ہادی (نبی) مبعوث کیا گیا (سورہ الرعد آیت 7) تاکہ لوگوں کی اِس فطری ضرورت کو بطریقِ اَحسن پورا کیا جاسکے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت سے لیکر رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک قریباً ہر انسانی معاشرے میں انبیاء کرام کا سلسلہ جاری رہا اور آخر میں یہ سلسلہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو گیا۔ نبوت کی ضرورت اپنے اکمل درجے میں پوری کر دی گئی اور انسانی شعور اب قیامت تک نہ تو کوئی خیر وضع کر پائے گا اور نہ ہی کسی نئے قسم کا شر ایجاد کر پائے گا چنانچہ الکتاب یعنی قرآن کے متن میں نوعِ انسان کیلیئے دنیا و آخرت میں کامیابی کے تمام تر بنیادی اور غیر متبدل اُصول پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اِن موضوعات کی تفصیل اپنے مقامات پر آ جائے گی۔

فقیر

نعمان نیرؔ کلاچوی 24 جولائی، 2025

نبوتِ تکوینی

انسانی ہدایت کی دو بنیادی جہتیں ہیں۔ ایک وہ جو انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور دوسری وہ جو باہر سے یعنی وحی کے ذریعے نازل ہوتی ہے۔ پہلی کو قرآن "الہام" یا "فطری ہدایت" کہتا ہے اور دوسری کو "شریعت"۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ (سورہ الشمس۔ آیت 8)

"پس خدا نے انسانی نفس کو اُس کی بدی اور نیکی کا شعور دے دیا۔"

یہ آیت انسانی فطرت میں ایک قسم کی "نبوتِ تکوینی" (فطری یا جبلّی ہدایت) کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ نبوت کوئی خارجی وحی نہیں بلکہ اندرونی وجدان ہے جو انسان کو خیر و شر کا شعور بخشتا ہے۔

عقلی بنیاد:

1. اگر انسان کے اندر فطری طور پر خیر و شر کا شعور نہ ہوتا تو اخلاقی ذمہ داری کا کوئی مفہوم نہ ہوتا۔

2. تاریخِ انسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر معاشرے میں کچھ بنیادی اخلاقی اُصول ہمیشہ سے مشترک رہے ہیں جیسے جھوٹ، چوری، قتلِ ناحق کی مذمت۔

3. یہ اِس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ کوئی داخلی ہدایت انسان کے ساتھ پیدائشی طور پر موجود ہے۔

نبوتِ تکوینی کی حدود:

یہ الہامی وجدان اگرچہ ایک رہنما شعور فراہم کرتا ہے مگر یہ جزئیاتِ ہدایت اور معاشرتی قوانین کی تشکیل کے لئے ناکافی ہے اِسی لئے خارجی وحی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ نبوتِ تکوینی کے عقلی دلائل کا مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ انسان اپنی فطرت میں خیر و شر، عدل و ظلم، حق و باطل اور امن و فساد کا ایک ابتدائی شعور لے کر پیدا ہوتا ہے جو نہ خارجی تعلیم سے اخذ کیا گیا ہوتا ہے اور نہ تجرباتی طور پر سیکھا گیا ہوتا ہے۔

ذیل میں چند خالص عقلی دلائل دیئے جارہے ہیں۔

1. اخلاقی اُصولوں کا عالمگیر ہونا(Universal Golden Rules):

دنیا کے تمام انسان خواہ وہ کسی بھی تہذیب، زمانے یا جغرافیائی خطے سے ہوں، ہمیشہ سے کچھ بنیادی اخلاقی اقدار پر متفق رہے ہیں۔

جھوٹ برا ہے۔

قتلِ ناحق ظلم ہے۔

امانت داری قابلِ تحسین ہے۔

رحم، عدل اور وفاداری اعلیٰ انسانی اقدار ہیں۔

منطقی نتیجہ (Inference):

اگرچہ اِن اقدار کی تعبیر مختلف ہو سکتی ہے لیکن اِن کی اصل جڑیں ہر انسانی فطرت میں موجود ہیں۔ یہ کسی خارجی تعلیم یا وحی کے بغیر انسان میں موجود ہوتی ہیں اور یہ اِس اَمر کا بیّن ثبوت ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک "تکوینی نبوت" (خدا کی طرف سے ودیعت کردہ اندرونی رہنمائی) موجود ہے۔

2. ضمیر کی شہادت (Voice of Conscience):

جب کوئی انسان کوئی برا فعل کرتا ہے مثلاً چوری یا جھوٹ تو ایک داخلی آواز (ضمیر) اُسے ملامت کرتی ہے حالانکہ اُسے کسی نے فوراً منع نہیں کیا ہوتا۔ یہی کیفیت نیکی کرتے وقت سکون اور اطمینان کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

منطقی نتیجہ:

یہ "ضمیر" درحقیقت الہامی فطرت کی علامت ہے جو خیر و شر کا ابتدائی شعور دیتی ہے۔ اِس کی مستقل موجودگی اور غیر ارادی فعلیت اِس بات کی دلیل ہے کہ انسان کسی خارجی تعلیم کے بغیر بھی فطری سطح پر ہدایت یافتہ ہے۔

3. بچوں کا فطری ردِ عمل (Children's Natural Reaction):

چھوٹے بچے کسی کو روتا دیکھ کر خود بھی اُداس ہو جاتے ہیں، یا اگر کسی پر ظلم ہوتا دیکھیں تو گھبرا جاتے ہیں حالانکہ یہ ابھی کسی عمومی اخلاقی تربیت کے مراحل سے نہیں گزرے۔

منطقی نتیجہ:

یہ اِس بات کی علامت ہے کہ رحم، انصاف اور خیر خواہی جیسی اقدار انسان کی فطرت میں پیوست ہوتی ہیں۔ یہ جبلّی اخلاقی شعور ہی "نبوتِ تکوینی" ہے۔

4. انسانی شعور اور جانوروں کا فرق

Human Consciousness and Animals' Instinct:

جانور بھی شعور رکھتے ہیں لیکن اُن میں خیر و شر یا اخلاقی اقدار کا کوئی فہم نہیں ہوتا۔ صرف انسان ہی ایسی مخلوق ہے جو اپنی نیت، عمل اور نتائج کے اخلاقی پہلو پر غور کرتا ہے۔

منطقی نتیجہ:

یہ فرق بتاتا ہے کہ انسان کو کسی خاص اندرونی ہدایت یا فطری وحی کے ذریعے ممتاز کیا گیا ہے۔ قرآن اِسی کو "فألہمھا فجورھا وتقواھا" کہتا ہے۔

5. انسانی احساسِ عدل کا آفاقی ہونا

Universal Sense of Justice in Humans:

انصاف کی چاہ ہر انسان میں فطری طور پر پائی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ خود ظالم ہو تب بھی اپنے لئے انصاف مانگتا ہے۔ اِس مطالبہِ عدل کو کسی نے سکھایا نہیں بلکہ یہ خود بخود موجود ہے۔

منطقی نتیجہ:

یہ احساس کسی خارجی تعلیم سے پہلے موجود ہوتا ہے اور یہی اِس بات کی دلیل ہے کہ انسانی فطرت میں ایک "تکوینی پیغامِ ہدایت" کو نصب کیا گیا ہے۔

6. علتِ ہدایت (Cause of Guidance):

ہر ہدایت یافتہ نظام کسی ہادی کا متقاضی ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کا نفس ایک منظم اخلاقی و شعوری نظام رکھتا ہے تو ضروری ہے کہ اِس کا کوئی مبدء یا الہام کنندہ ہو اور وہ صرف خالقِ فطرت (خدا) ہی ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

نبوتِ محمدیؐ کے خالص عقلی دلائل

نبوتِ تشریعی یعنی ایک نیک سیرت مگر یکسر غیر تربیت یافتہ شخص کا اچانک یہ اعلان کر دینا کہ مجھے خدا کی طرف سے علم مل رہا ہے اور مجھے کہا گیا کہ یہ علم تم اپنی قوم کے ذریعے سے انسانیت تک پہنچا دو۔

مَیں اِس روایت کے آخری مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کروں گا۔ یعنی یہاں پر کچھ ایسے خالص منطقی سوالات رکھوں گا کہ جن کے جواب مَیں خود نہیں دوں گا بلکہ مخاطب خود غور و فکر کر کے اِن کے جوابات تک رسائی حاصل کرے گا اور پھر پوری علمی دیانتداری سے فیصلہ کرے گا کہ نبوت ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے یا محض کسی ناخواندہ انسان کا خود ساختہ دعویٰ۔

سوال نمبر 1:

ہم سب یہ تاریخی حقیقت جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ایک بالکل اَن پڑھ انسان تھے، نہ آپ نے کسی سے کسی بھی قسم کی کبھی کوئی منطقی، اخلاقی، سیاسی یا مذہبی تعلیم پائی اور نہ ہی آپ کا تعلق کسی بھی قسم کی علمی روایت سے رہا ہے جیسے سقراط کے پاس طالیس، فیثاغورث اور ہیراقلاطیس جیسے حکماء کا پیشگی علم موجود تھا لیکن حضرت محمد ﷺ کے پاس ایسی کوئی علمی روایت موجود نہیں تھی۔ حضرت محمد ﷺ کو کبھی کسی نے کوئی علمی سرگرمی کرتے ہوئے نہیں

دیکھا، نہ کبھی کسی نے آپ کے ہاتھ میں کوئی مذہبی یا سیاسی اُمور پر مشتمل کتاب دیکھی اور نہ کبھی آپ کو کسی مذہبی یا دنیوی علوم کے ماہر کے ساتھ اُٹھتے بیٹھے یا کسی بھی قسم کا تعلق رکھتے دیکھا گیا۔ اب سوال پر غور کریں کہ ایسا انسان اچانک سے کیسے ایسا اعلیٰ ترین اَدبی کلام پیش کر سکتا ہے کہ جو اُس زمانے کے قابل ترین اور سکّہ بند شعراء اور ادباء کے دماغ چکرا کے رکھ دے؟؟؟۔

سوال نمبر2:

قریشِ مکّہ نے جب حضرت محمد ﷺ پر اعتراض کیا کہ یہ جسے آپ وحی کہتے ہو یہ تو آپ خود سے گھڑ کر لے آتے ہو اور پھر ہمیں کہتے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اِس اعتراض کا جواب کس قدر خالص منطقی انداز میں وحی کی وساطت سے دیتے ہیں۔لقد لبثت فیکم عمراً من قبله، افلا تعقلون؟،(سورہ یونس۔ آیت16)۔ پس یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مَیں عمر کا ایک حصّہ تم میں گزار چکا ہوں تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟۔

اب یہیں سے یہ نہایت اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسا انسان جس کا نہ تو کسی علمی روایت سے قطعی طور پر کوئی تعلق رہا ہو اور نہ ہی وہ کسی بھی قسم کی کوئی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو اور نہ ہی کبھی غور و فکر کا عادی رہا ہو، اب یوں اچانک سے اُس کی قوّتِ متخیّلہ (Imagination Power) اِس قدر کیسے طرّار (Sharp) ہو چکی ہے کہ وہ اعلیٰ ترین اَدب پیدا کرنے لگی ہے؟؟؟۔ یہ سوال نہیں دراصل ایمان کی

طرف پہلا شعوری قدم ہے اگر انسانی شعور کے آگے تعصب کے کنکر پتھر نہ پڑے ہوں۔

سوال نمبر 3:

کوئی بھی ایسا انسان جس کی طبیعت اور مزاج سے پورا علاقہ واقف ہو اور اُس کی دیانتداری کا اِس قدر قائل ہو کہ اپنا قیمتی مال تک اُس کے پاس بطورِ امانت رکھتا ہو۔ چالیس سال تک مسلسل اُس کی دیانت مثبوت اور معتبر ہو اور وہ چالیس سال تک مسلسل سچائی اور دیانت کا پیکر رہا ہو اور اُس کے روشن کردار کی گواہی پورا علاقہ دے رہا ہو۔ سوال پر غور کریں کہ ایسا شخص ایک دَم سے کیسے جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے کہ خدا کی طرف مجھے علم مل رہا ہے ؟؟؟۔

سوال نمبر 4:

اُردو زبان کا ایک عام محاورہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ کوئی بھی انسان جو اپنی سچائی اور دیانتداری سے پورے علاقہ میں اعتبار اور تعظیم پا چکا ہو وہ بھلا کیوں اچانک سے جھوٹ بول کر اپنے کردار کی قربانی دیدے گا اور نہ صرف اتنا بلکہ اُس کا جھوٹ آخر چل بھی جاتا ہے اور نہ صرف اتنا بلکہ لوگ اُس جھوٹ پر یقین بھی کرتے جا رہے ہوں ؟؟؟۔ تینوں سوالات دراصل ایک ہی سوال کے جز ہیں اور جو بہت غور طلب ہیں۔

سوال نمبر5:

کوئی انسان کسی سماج میں چاہے کتنا بھی ہمدرد اور وفادار معروف کیوں نہ ہو، کوئی بھی دوسرا انسان اپنے مفاد یا ہمدردی کی غرض سے اُس ہمدرد اور وفادار انسان کا ساتھ تو دے سکتا ہے لیکن نہایت اہم سوال یہ ہے کہ اُس پر ایمان کیسے لا سکتا ہے جب تک کہ وہ انسان آخری درجے میں سچا نہ ہو؟؟؟۔ غور کریں۔

سوال نمبر6:

چالیس سال تک مسلسل سچائی اور دیانت کا حامل انسان اچانک سے مفادات کا پُجاری بن کر اپنی ہی گھڑی ہوئی کہانیوں پر اِس قدر یقینِ کامل رکھتا ہے کہ اُن کہانیوں کی تبلیغ کی خاطر سماجی مقتدرہ کی طرف سے ملنے والی ہر طرح کی مراعات کو نہ صرف ٹھکرا دیتا ہے بلکہ کہانیوں پر مبنی اپنے اِس مشن کیلئے ہر نوعیت کی بدترین تضحیک، خواری اور سختی نہ صرف برداشت کرتا چلا جاتا ہے بلکہ ایسی شدید ترین صورتحال میں بھی کسی بھی طرح کی اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ نہیں کرتا اور پھر آخر میں مضحکہ خیز طور پر ناکام ہونے کے بجائے دینی و دنیوی سطح پر تاریخِ دنیا کا حیران کن کامیاب ترین انسان بن جاتا ہے۔ اب ایسے کہانی گو انسان کی حیران کن کامیابی کی کوئی ایک آدھ مثال بھی اب تک کی معلوم تاریخ میں کہیں ملتی ہے تو بتائی جائے؟؟؟۔ غور کرنے کیلئے بھی دیانت درکار ہے۔

سوال نمبر7:

نبوت اپنی اصل میں خالصتاً ایک انفرادی تجربہ ہے مگر معاشرے میں اِس کا ظہور یعنی پیغمبرانہ دعوت انسانی شعور کیلئے ایک ایسا کڑاامتحان پیدا کر دیتی ہے کہ تب انسان اِسے قبول یا مسترد کئے بِنا غیر متعلق رہ ہی نہیں سکتا۔ اب اہم سوال یہ ہے کہ جب انسانی شعور ہر طرح سے اِس تجربے کے آگے عاجز آجائے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اِسے مسترد کر دیا جائے ؟؟؟۔

سوال نمبر8:

الفاظ غیر متحرک مُردہ نقوش ہوتے ہیں جنہیں متعلقہ زمانے کی تعبیرات ہی زندہ رکھتی ہیں لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہیں چلتا اور الفاظ اپنی تمام تر تعبیرات کے ساتھ شعورِ زمانہ میں دفن ہو جاتے ہیں۔ اب وحی کا معاملہ بالکل اِس کے برعکس ہے کہ وحی اپنے زمانۂ نزول سے لیکر آنے والے ہر دَور میں اپنے متن کو نہ صرف زندہ و متحرک رکھتی رہی ہے بلکہ اپنی ایک ایک تعبیر کو بھی زندہ کرتی چلی جاتی ہے اور پھر صدیاں گزرنے کے بعد بھی متن ویسے ہی تر و تازہ ، متعلق، معقول، مکتفیٰ اور مشقّیٰ رہتا ہے۔ آخر کیوں ؟؟؟۔

سوال نمبر9:

مادہ کہاں سے آیا؟، مادے میں حیات کیسے پیدا ہوئی؟، ایک زندہ جاندار میں شعور کیسے پیدا ہوا؟۔ انسان کے اندر اخلاقی اور جمالیاتی احساس کیسے پیدا ہوا؟۔ اِن تمام سوالات کے تشفی بخش اور عقل کو قانع کرنے والے جوابات وحی کے علاوہ کہیں پر بھی نہیں ملتے۔ وحی کو یہ ناقابلِ تردید علمی امتیاز کیوں حاصل ہے؟؟؟۔

سوال نمبر10:

وہ قصّے اور کہانیاں جو آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ایک اَن پڑھ صحرا نشین نے بدوّوں کو سنائی تھیں آج کے جدید ترین اے آئی ٹیکنالوجی کے دَور میں بھی کیوں پوری دنیا میں زیرِ بحث ہیں اور یہ اعزاز وحی کے علاوہ کسی اور متن کو کیوں حاصل نہیں؟؟؟۔

مَیں نے ذاتی طور پر درج بالا سوالات پر سالوں غور کیا اور میرے پاس صرف دو ہی جواب ممکن ہوئے۔

1: علمی فرار

یعنی مجھے نہیں پتہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ میں اللہ کے رسول تھے یا نہیں۔ اصل میں یہ نِری علمی بددیانتی ہے۔

2: شعوری اقرار

مَیں یقین کر چکا اور اِس یقین کے سوا میرے پاس کوئی چارہ ہی نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ بندے اور سچے رسول ہیں۔

اشهدو الله اله الا الله وحده لا شريک له واشهدو ان محمداً عبده ورسوله

1. دلیلِ صدقِ دعویٰ بذریعہ سیرت

Argument from Truthfulness of Character:

کوئی بھی جھوٹا انسان مسلسل تیئیس سال تک ہر پہلو سے کامل ترین اخلاق، عدل، شرافت، قربانی، صداقت، اور امانت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا، بالخصوص جب اُس کے پاس دنیوی قوت، اقتدار یا حرص جیسا کوئی واضح مقصد نہ ہو۔

وضاحت:

حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ ایسے ماحول میں کیا جہاں جھوٹے مدعی فوراً بے نقاب ہو جاتے تھے۔

آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی آپ کو "الصادق، الامین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے اقتدار، دولت یا شہرت کی لالچ میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ تمام دنیاوی تکالیف برداشت کیں اور اِس عزیمت کی انجام دہی کی خاطر ہر طرح کی دنیوی پیشکش کو سختی سے ٹھکراتے رہے۔

جھوٹے شخص کا کردار کہیں نہ کہیں بے نقاب ہو ہی جاتا ہے مگر حضرت محمد ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے جس میں تضاد، ریاکاری یا دوغلا پن موجود نہیں۔

یہ دلیل انسانی نفسیات، تاریخ اور اخلاقیات پر مبنی ہے اور اِس کا انکار ایک دیانت دار فکری تجزیہ کے خلاف ہے۔

2. دلیلِ اعجازِ قرآن

Argument from the Inimitability of the Quran:

حضرت محمد ﷺ ایک غیر تعلیم یافتہ شخص تھے مگر آپ کے ذریعہ سے جو کتاب پیش کی گئی وہ فصاحت، بلاغت، علمی وسعت، غیب کی خبریں، قانون سازی، اخلاقیات اور کائناتی اشاروں میں ایسی بے نظیر ہے کہ عرب و عجم میں آج تک کوئی اِس جیسا متن پیش نہ کر سکا۔ ایسا نہیں ہے کہ کوششیں نہیں کی گئیں، قریباً ہر دَور میں مخالفین نے قرآن کے مقابلے میں اعلیٰ اَدبی متن گھڑنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایسی کوشش مضحکہ خیز لطیفہ بن کر رہ گئی۔

وضاحت:

قرآن نے عربوں کو چیلنج کیا کہ "اگر تم سچے ہو تو اِس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ" (سورہ البقرہ۔ آیت 23)۔ مگر کوئی بڑے سے بڑا ادیب بھی ایسا نہ کر سکا۔

قرآن صرف لسانی معجزہ نہیں بلکہ اِس میں سائنسی، نفسیاتی، سماجی اور قانونی پیش گوئیاں بھی حقائق سے ہم آہنگ نکلیں۔

اگر حضرت محمد ﷺ خود اِس کتاب کے خالق ہوتے تو انسانی کمزوریاں، تضادات اور وقتی مفادات اِس میں صاف نظر آجاتے مگر ایسا نہیں ہے۔

یہ دلیل صرف مذہبی جذبات یا عقائد پر نہیں بلکہ فکری، ادبی اور سائنسی بنیادوں پر بھی قائم ہے۔

3. دلیلِ تاریخی اثرات و نتائج

Argument from Transformative Impact on History:

ایک فرد جس کے پاس ابتدائی طور پر نہ کوئی فوج، نہ ریاست، نہ وسائل کچھ بھی نہیں ہے اور وہ اپنی دعوت کے ذریعہ محض تیئس برس میں عرب قوم کو جاہلیت سے اُٹھا کر تہذیبِ انسانی کا معمار بنا دے تو یہ اِس بات کا عقلی ثبوت ہے کہ اُس کی دعوت سچی اور ربانی تھی۔

وضاحت:

عرب قبائل جو جنگ و جدل، نسلی تعصب، شراب نوشی، اور فکری بے راہ روی میں ڈوبے ہوئے تھے، وہ سب تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت محمد ﷺ کی دعوت سے اخلاقی انقلاب کے داعی بن گئے۔

تاریخِ دنیا میں آج تک کسی فلاسفر، مفکر، مصلح یا سیاست دان کی دعوت اتنے مختصر وقت میں اتنی گہری اور وسیع تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔

یہ اثر نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی، قانونی، معاشرتی، اور روحانی تھا جو آج تک جاری اور ساری ہے۔

یہ دلیل تاریخی و سماجی تبدیلی کے قانون پر مبنی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی صداقت کو ناقابلِ انکار انداز میں واضح کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

نبوتِ تشریعی

تشریعی نبوت وہ ہوتی ہے جو نہ صرف وحی لاتی ہے بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی بھی عطاء کرتی ہے۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ اِس سلسلے کی آخری اور کامل ترین کڑی ہیں اِس لئے نبوتِ تشریعی کا متن ہم صرف قرآن سے لیں گے کیونکہ قرآن ہی اِس وقت ہمارے پاس محفوظ حالت میں موجود ہے۔ نبوتِ تشریعی کے اِمکان اور ضرورت کے عقلی دلائل تین نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ہر دلیل انسانی عقل، تجربہ اور فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

1. دلیلِ ہدایتِ کاملہ

Argument from the Need for Complete Guidance:

انسانی عقل محدود ہے اور ہر زمانے، ہر قوم اور ہر شعبہِ زندگی کے لئے جامع، کامل اور متوازن نظامِ زندگی وضع کرنے سے قاصر ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسانی فلسفے، نظریات اور قوانین یا تو ناقص رہے یا وقتی۔ ایسے میں تشریعی نبوت ایک معقول ضرورت بن جاتی ہے تاکہ انسان کو درست، قطعی، اخلاقی اور ماورائے وقت ہدایت ملے اور انسان ذاتی خواہشات یا علمی تعصبات سے ہٹ کر ایک الٰہی معیارِ عدل و خیر پر قائم ہو۔ انسان کے دو بنیادی مسائل رہے ہیں جب سے اُسے شعور دیا گیا۔ پہلا یہ کہ انسان کے پاس قطعی علم نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ انسان عموماً

خواہشِ نفس کی پیروی کرنے لگتا ہے لیکن نبوت کا معاملہ اِن دونوں بنیادی انسانی خامیوں سے پاک ہوتا ہے۔ نبی عام انسان کی طرح علم کی کمی کے سبب نہ گمراہ ہوتا ہے اور نہ ہی خواہشِ نفس کا بندہ۔ رسالتمآب ﷺ کے معاملے میں قرآن اِنہی دو بنیادوں پر یہ وضاحت کرتا ہے کہ "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى"۔ (سورہ النجم۔ آیت 2) "تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ نفس کا غلام۔" "صاحبکم" سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں یعنی وہ شخص جسے تم جانتے ہو، جس کے ساتھ تم زندگی کا ایک حصہ گزار چکے ہو۔

نتیجہ:

اگر خدا انسان کو پیدا کر کے اِسے مقصد، اخلاق اور کامیابی کی تعیین کیلئے صرف عقل اور خواہشِ نفس کے سہارے چھوڑ دے تو یہ زیادتی ہوگی، فلہٰذا لازم ہے کہ نبوتِ تشریعی وحی کی شکل میں مکمل ہدایت کا اہتمام کرے۔

2. دلیلِ عدمِ کفایتِ عقل و فطرت

Argument from the Insufficiency of Reason and Innate Morality:

عقل اور فطرت انسان کو صرف عمومی خیر و شر کا شعور دیتی ہے جیسے قرآن نے فرمایا "فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا"، مگر عقل جُزئیات، عبادات، معاشرت،

معاملات اور آخرت کے اُمور میں قطعی رہنمائی نہیں دے سکتی۔ علاوہ ازیں انسانی فطرت خواہشات سے دھندلا جاتی ہے اور عقل مغالطوں کا شکار ہو جاتی ہے چنانچہ ایک ہی مسئلے پر کئی فلسفے اور مذاہب موجود ہیں۔ اختلافات کی کثرت اِس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ایک ماورائے عقل رہنما ہونا چاہیئے۔

نتیجہ:

تشریعی نبوت ہی وہ ذریعہ ہے جو خدا کی منشاء کو واضح کرتی ہے اور اِس اختلاف زدہ دنیا میں قطعی سچائی کی نمائندہ ہوتی ہے۔

3. دلیلِ امتحانِ عدلِ الٰہی

Argument from Divine Justice and Moral Accountability:

اگر انسان مکلف (ذمہ دار) ہے اور اُس سے باز پُرس ہونی ہے تو عدلِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ اُس تک حق واضح طریقے سے پہنچے۔ اگر واضح اور محفوظ ذریعۂ ہدایت (وحی و نبوت) نہ ہو تو خدا کا عذاب یا جزاء عدل کے خلاف ہو گا۔

نتیجہ:

فلہٰذا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ایسے برگزیدہ افراد (انبیاء کرامؑ) کے ذریعے ہدایت دے جو اُس کے پیغام کو واضح، محفوظ اور قابلِ فہم انداز میں پہنچائیں۔ یہی تشریعی نبوت ہے۔

3. قرآنی شہادت:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔

(سورہ جمعہ۔ آیت 2)

"وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول اِنہی میں سے مبعوث فرمایا جو اِنہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اِنہیں پاک کرتا ہے اور اِنہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بے شک یہ اِس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے"۔

نبوتِ محمدیؐ کی نمایاں خصوصیات:

1: عالمی رسالت

2: اَکمل و اَتم شریعت

3: قیامت تک کیلئے جامع نظامِ حیات

4: اخلاقِ انسانی کا کامل نمونہ

☆☆☆☆☆

ختمِ نبوت کا مسئلہ

نبوت کو سمجھنے کے بعد اب ضروری ہے کہ ہم نبوت کے سب سے اہم مسئلہ یعنی ختمِ نبوت(Finality of Prophethood) پر بھی تفصیلی بات کر لیں تا کہ معرفتِ نبوت کی یہ بحث مکمل ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ اب تک اسلامی لٹریچر میں جس قدر تحریری مواد گزشتہ سو سالوں میں ختمِ نبوت کے مسئلہ پر لکھا گیا، اتنا مواد کسی بھی اور مسئلہ کی وضاحت کیلئے نہیں تحریر کیا گیا چنانچہ علماء، فقہاء، وکلاء، صوفیاء اور حتیٰ کہ اطباء نے بھی اس مسئلہ پر اپنی اپنی رائے پیش کی ہے۔ مَیں یہاں پر کوئی لمبی چوڑی دقیق بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں بلکہ قرآن کی ایک آیت کے صرف چند الفاظ بیان کر کے اپنا مختصر استدلال پیش کروں گا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میرے نزدیک اب تک ختمِ نبوت کے معاملے میں عموماً جس آیت سے استدلال کیا جاتا رہا ہے وہ آیت دراصل ختمِ نبوت کا ویسا کوئی تصور ہی نہیں دے رہی جس طرح کا تصور آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ پہلے آیت دیکھ لیں پھر بحث کرتے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۔ (سورہ الأحزاب۔40)

محمد بن عبد اللہ الہاشمی تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتَم النبیّن ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

آیت کا اصل مضمون یہ ہے کہ خدا کے رسول حضرت محمد بن عبد اللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم تم مَردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں لیکن بات یہ ہے کہ وہ انبیاء کی مُہر یعنی تصدیق کرنے والے ہیں۔ آیت میں صیغہ خاتَم اسمِ صفت (Adjective) ہے نہ کہ اسمِ فاعل (Subject) یعنی ختم کرنے والا۔ خَتَم عربی زبان کا ایک روزمرہ ہے اور اِس کا مطلب ہے کہ مُہر۔ فلہٰذا خاتَم النبین کا مطلب ہوا گزشتہ انبیاء کی نبوت کی تصدیق کرنے والا۔ علاوہ ازیں زمانی لحاظ سے اختتام میں کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی یعنی اگر کوئی نبی آخری ہے تو اِس میں فضیلت کی کیا بات ہوئی؟، مثلاً مَیں کہتا ہوں کہ میرے سبھی دوست میرا حال پوچھنے آئے لیکن اسلم اُن میں سے آخری تھا۔ بتایئے اِس میں اسلم کے متعلق اختتام کی خبر سے اسلم کی کونسی فضیلت ثابت ہوئی؟۔ پس اِس آیت سے ختمِ نبوت کا بے بنیاد استدلال تالیفِ جملہ کو سخت مجروح کر دیتا ہے۔

اب آجائیں اصل مسئلے کی طرف کہ آیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا کسی شخص پر ایسی وحی نازل کر سکتا ہے جو دین بن جائے تو اِس کا بالکل دوٹوک جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ ممکن ہی نہیں، کیوں؟۔ اب متعلقہ آیت ملاحظہ کریں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًاؕ۔ (سورہ المائدہ۔ آیت 3)

خاص آج کے دن مَیں نے تمہارے لئے تمہارا دین اَکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا ہے۔

یہ ہے وہ اصل آیت جو سلسلہِ نبوت کو بہت منطقی طریق سے غلاف میں لپیٹ دیتی ہے۔ یعنی دین آج اَکمل ہو چکا۔ اَکمل تفضیل کا صیغہ ہے یعنی ہر لحاظ سے دین کامل ہو چکا اور یہ دین صرف اسلام ہے۔ بات یہ ہے کہ جب دین کامل ہو چکا تو اِس کے بعد خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بھی انسان کو اب قیامت تک دین کی حیثیت سے کچھ نہیں دے گا۔ پس اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ لیکر بھی آئے گا تو اُس کا دعویٰ قابلِ اعتناء ہی نہیں ہو گا کیونکہ یہ تبھی ممکن ہوتا جب دین کے حوالے سے کچھ باقی رہ گیا ہوتا۔

یہاں پر دو نکات سمجھنے کے قابل ہیں۔ پہلا نکتہ یہ کہ اب کوئی بھی شخص دین کی حیثیت سے خدا کی طرف سے ایک لفظ بھی پیش کرنے کی اجازت نہیں رکھتا۔ دوسرا نکتہ یہ کہ بالفرض اگر کوئی شخص ایسا کوئی دعویٰ لیکر بھی آتا ہے وہ اُس کا خدا کے دین یعنی اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو گا کیونکہ اسلام کی نعمت حضرت محمد بن عبد اللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی۔ نبوت و رسالت کے اِتمام میں اگر کوئی اِبہام رہ گیا ہوتا تو تب یہ ایک امکان موجود تھا کہ کسی شخص کے دعویٰ نبوت

پر غور کیا جائے لیکن چونکہ آیت مذکورہ میں دوٹوک الفاظ سے اعلان کر دیا گیا کہ دین ہر لحاظ سے کامل ہو چکا تو اب ایسا دعویٰ ہی باطل ہے۔

اب پیچھے صرف ایک ہی امکان باقی رہ گیا ہے یعنی مخاطبہِ الہیٰ۔ یہی وہ امکان ہے جس کی بنیاد پر ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ایران میں مرزا حسین علی نوری المعروف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ ہم پر وحی نازل ہوتی ہے۔ مرزا صاحب اپنے الہامات اپنی معروف کتاب براہینِ احمدیہ اور بہاء اللہ کتابِ اقدس میں بیان کرتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ قرآن نے دین کے حوالے سے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ اب دین کی حیثیت کسی کا کوئی دعویٰ قابلِ اعتناء ہی نہیں رہے گا۔ پھر سوال یہ ہے کہ اِن حضرات کے دعاوی کو کس حیثیت میں پرکھا جائے گا تو اِس کا اُصولی جواب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو آج دین کی حیثیت سے ہمارے سامنے کچھ ایسا پیش کرے جس کے متعلق وہ دعویٰ کرے کہ یہ اُسے خدا کی طرف سے ملا ہے تو اسلام کو دین ماننے والے کیلئے وہ دعویٰ قابلِ اعتناء نہیں ہو گا کیونکہ دینِ اسلام ہر لحاظ سے حضرت محمد ابن عبد اللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا آج کسی سے مخاطبہ نہیں کر سکتا۔ بالکل کر سکتا ہے اور کلام تو خدا کی صفتِ اَبدی ہے اور ہم کون ہوتے ہیں خدا کو گونگا کرنے والے۔ **نستجیر باالله**۔ لیکن بات وہی ہے کہ کوئی بھی شخص ایسا کوئی دعویٰ کہ جسے وہ خدا کی طرف سے دین کی

حیثیت سے ہمارے سامنے پیش کرے گا تو ہم عزت کے ساتھ اپنا منہ پھیر لیں گے کیونکہ ہمارے نزدیک ہمارا وہ خدا جس کی خبر ہمیں رسول اللہ حضرت محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں وہ اپنی بات سے نہیں پھر سکتا کہ ایک رسول کے ذریعے دین کو کامل کر دے اور پھر دوسرے کسی رسول کے ذریعے اُس کی اَکملیت کو پامال کر دے۔ ہمارے لئے یہ عقلی اور اخلاقی دونوں لحاظ قابلِ قبول نہیں۔

پس ہمارا استدلال بہت صاف اور سیدھا ہے کہ ہم دین کی حیثیت سے کسی کے دعویٰ نبوت کو سرے سے قابلِ اعتناء ہی نہیں سمجھتے، چہ جائیکہ ہم اُسے پرکھنے بیٹھ جائیں۔ پس حضرت محمد ابن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دینِ اسلام کا یکتا مستند اور حتمی مآخذ ہیں اور آپ کے در کے علاوہ ہم کسی کی دہلیز پر بھی نظر نہیں دوڑا سکتے۔ خدا ہمیں اپنی اور اپنے رسول کریم ﷺ کی اطاعت پر کاربند ہونے کی توفیقِ خاص عطاء فرمائے۔ آمین

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (سورہ الاٗحزاب۔ آیت 56)

بات یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے فرشتے نبی محمد ابن عبداللہ کی تعظیم کرتے ہیں، اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم بھی محمد ابن عبداللہ کی تعظیم و تسلیم کرو۔

ختمِ نبوت کی اِسی دلیل سمیت اب دو مزید عقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

ختم نبوت کا مطلب ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی دین اسلام آخری، مکمل اور محفوظ ترین ہدایت ہے۔ ختمِ نبوت یعنی حضرت محمد ﷺ کے بعد وحی اور تشریعی نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جانا اسلام کا ایک بنیادی اور قطعی جزو ہے۔

اِس کی تائید میں تین نہایت مضبوط، جامع اور عقلی دلائل ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

1. دلیلِ اکمالِ دین

Argument from the Completion and Perfection of Islam:

قرآن کا اعلان ہے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ- (سورہ المائدہ۔ آیت 3)

آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور مَیں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا۔ ایک مکمل دین کے بعد نئی شریعت یا نبی کی ضرورت باقی ہی نہیں رہتی۔

اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہے تو اِس کا مطلب ہو گا کہ دین ابھی نامکمل ہے جو کہ قرآن کے اعلان کے صریح خلاف ہے۔

نتیجہ:

جب دین مکمل اور محفوظ ہو چکا ہو تو اِس کے بعد کسی نئی نبوت کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور یہی ختمِ نبوت کی عقلی بنیاد ہے۔

2. دلیلِ وحدتِ انسانیت اور شمولیتِ رسالت

Argument from Universality and Timelessness of the Final Message:

قرآن کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی رسالت تمام انسانوں کیلئے ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ۔(سورہ سبا۔ آیت 28)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کیلئے رسول بنا کر۔

پچھلے تمام انبیاء کرامؑ مخصوص قوم یا وقت کیلئے مبعوث کئے گئے تھے، اِس لئے اُن کے بعد نبی آتے رہے۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت تمام زمانوں، قوموں، اور انسانوں کیلئے ہے، اِس لئے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اگر آپ کے بعد کوئی نبی آئے تو یہ آپ کی بعثت کے عموم اور جامعیت کے قطعی خلاف ہو گا۔

نتیجہ:

عالمی اور ابدی نبوت کسی بھی مزید ضرورتِ نبوت کی نفی کرتی ہے یہی ختمِ نبوت کی مضبوط عقلی دلیل ہے۔

3. دلیلِ حفاظتِ شریعت

Argument from the Preservation of Revelation:

پچھلی اُمتوں میں نئ نبوت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن کی کتابیں اور تعلیمات ضائع یا تحریف شدہ ہو گئیں اِس لئے نئ وحی کی ضرورت باقی رہی تا کہ اصل پیغام ضرورت کے مطابق بحال ہو تا رہے۔

اسلام میں قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ نے لیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔(سورہ الحجر۔ آیت 9)

ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اِس کے محافظ ہیں۔

چنانچہ جب اصل وحی قیامت تک محفوظ ہے تو پھر کسی نئ وحی یا نبی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

نتیجہ:

وحی کی حفاظت ختمِ نبوت کا لازمی تقاضا ہے اگر وحی محفوظ ہے تو نئی نبوت کا دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:

یہ تین دلائل (اکمالِ دین، عمومیتِ رسالت اور حفاظتِ وحی) نہ صرف ختمِ نبوت کو عقلاً مدلل کرتے ہیں بلکہ دین کی ابدیت، جامعیت اور حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں۔

خالص عقلی بنیادیں:

1. انسانی شعور کی بلوغت:

انسان اب اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ جہاں وہ اُصولی ہدایات کی بنیاد پر جزئی مسائل کا حل خود نکال سکتا ہے۔

2. معاشرتی وتہذیبی ارتقاء:

انسانی تہذیب کے مختلف مراحل پر ہر نبی کی آمد نے انسانی معاشروں کو اصلاحی بنیاد فراہم کی مگر اِن کا اختتام حضرت محمد ﷺ پر اِس لئے ہوا کہ اب انسان شعوری بلوغت کو پا چکا۔

3. شریعتِ محمدی کا کمال:

جب ایک شریعت ہر زمانے، ہر قوم اور ہر حال میں قابلِ اطلاق ہو تو نئی شریعت کی ضرورت اُصولاً باقی نہیں رہتی۔

4. تاریخی و علمی ثبوت:

کوئی بھی مدعیِ نبوت بعد از حضرت محمد ﷺ آج تک نہ تو علمی لحاظ سے کوئی جامع شریعت پیش کر سکا، نہ اخلاقی نمونہ، نہ تہذیبی ارتقاء کی کوئی نئی بنیاد۔

☆☆☆☆☆

اجتہاد

اجتہاد وہ عقلی جہد ہے جو نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتی ہے۔ ختمِ نبوت کے بعد یہی ذریعہِ رہنمائی باقی ہے اور اِسی کے وسیلے سے ہر دَور کا باشعور انسان دین کو عملی زندگی کا حصہ بناتا رہے گا۔ ہر وہ عمل جس میں نص موجود نہیں ہے اُس میں اجتہاد ہے اور ہر اجتہاد کے پیچھے دلیل ہے۔

اجتہاد کے حق میں تین نہایت زبردست، جامع اور عقلی دلائل درج ذیل ہیں جو اسلامی شریعت کی بقاء، تغیر پذیر حالات کے حل اور دین کی روح کے تسلسل پر مبنی ہیں۔

1. دلیلِ تغیرِ احوال و معاملات

Argument from the Changing Nature of Human Affairs:

زمانہ مسلسل بدل رہا ہے، نئی سائنسی، سماجی، اقتصادی اور قانونی صورتیں پیدا ہو رہی ہیں جو نصوصِ قطعیہ میں صراحتاً مذکور نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اگر اجتہاد نہ ہو تو شریعت غیر متحرک بن جائے گی۔ نئے مسائل بغیر رہنمائی کے رہیں گے اور اسلام صرف تاریخ یا ماضی کا دین بن جائے گا، حال اور مستقبل کا نہیں۔

نتیجہ:

فلہٰذا اجتہاد کی ضرورت عقل، عدل اور شریعت کی وسعت کا تقاضا ہے تاکہ دین ہر دور میں زندہ، فعال اور عملی رہ سکے۔

2. دلیلِ عدمِ تفصیلِ نصوص

Argument from the Limited Scope of Explicit Texts:

قرآن و سنت نے صرف اُصول، قواعد اور مقاصد دیئے ہیں، ہر طرح کی جزئی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔ مثلاً تجارت، کرایہ، قرض، وراثت، طب، بینکنگ، میڈیا، ماحولیات ،اِن میں لاکھوں تفصیلی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔اِن سب پر قرآن و حدیث میں براہِ راست حکم موجود نہیں، لیکن اُصول موجود ہیں چنانچہ اِنہی اُصولوں کی بنیاد پر نئے مسائل کا حل تلاش کیا جائے گا۔

نتیجہ:

اجتہاد ہی وہ فکری و اُصولی طریقہ ہے جس کے ذریعے سے نصوص کے عمومی اُصولوں کو موجودہ حالات پر منطبق کیا جائے گا۔ اگر اجتہاد نہ ہو تو دین ناقابلِ عمل شے بن کر رہ جائے گا۔

3. دلیلِ تطابقِ عقل و شریعت

Argument from the Harmony between Reason and Revelation:

اسلام نے عقل کو تسلیم کیا ہے۔"أَفَلَا تَعْقِلُونَ"یعنی قرآن میں تعقل کی اصطلاح اُنچاس بار آئی ہے۔ قرآن عقلِ انسانی کو دین کا خادم و شارح بناتا ہے۔ اجتہاد عقل کو شریعت کے تابع رکھ کر عقلی و شرعی تعامل کا بہترین نمونہ ہے۔ اگر اجتہاد نہ ہو تو عقل کا کردار جامد ہو جائے حالانکہ اسلام عقل و نقل کے اعلیٰ امتزاج کا دین ہے۔

نتیجہ:

اجتہاد شریعت کو انسانی فہم سے جوڑتا ہے جس سے دین زندہ، متحرک اور قابلِ فہم و تطبیق رہتا ہے۔ اجتہاد دراصل اُس عقلی ارتقاء کا نام ہے جو ختمِ نبوت کے بعد اُمت کو اللہ کی طرف سے ودیعت ہوا تا کہ اُصولِ شریعت کو ہر دور کے مسائل پر منطبق کیا جا سکے۔

اجتہاد کی حدود:

1. نصوصِ قطعیہ سے تجاوز نہ ہو:

قرآن و سنت کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص اجتہاد سے بالاتر ہیں۔

مجتہد کو اِن میں نہ رد و بدل کا اختیار ہے اور نہ ہی اِن کے خلاف کوئی رائے دینے کی اجازت ہوتی ہے۔

مثال:

نماز پانچ وقت فرض ہے۔ یہ قطعی اَمر ہے۔ اِس پر اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

2. مقاصدِ شریعت کی رعایت:

ہر اجتہاد کو مصلحت، عدل، حکمت اور رفعِ حرج جیسے اُصولی مقاصد سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ ایسا اجتہاد جو مقاصدِ شریعت کو نقصان پہنچائے، باطل ہو گا۔

مثال:

اگر کوئی اجتہاد ظلم، فتنہ یا اخلاقی قباحت کو بڑھاوا دے تو وہ شریعت کے مقصد (عدل) کے خلاف ہو گا۔

3. عرفِ صحیح اور زمانے کی رعایت:

اجتہاد معاشرتی سیاق، عرف اور وقت کے تقاضوں کو سمجھ کر کیا جائے گا مگر عرف وہی معتبر ہے جو شریعت سے نہ ٹکرائے۔

مثال:

ماضی میں اُجرت کی شکل سونے چاندی میں تھی، آج بینک ٹرانسفر یا ڈیجیٹل کرنسی میں ہے، اِس پر اجتہاد ممکن ہے بشرطیکہ وہ عدل اور حلال کمائی کے اُصول سے متصادم نہ ہو۔

4. اجتہاد کا دائرہ اہلِ علم تک محدود ہونا:

اجتہاد ہر عامی کا اختیار نہیں بلکہ اِس کا حق صرف صاحبِ علم، صاحبِ فہم وذکاوت، اُصولِ فقہ، لغت اور شریعت میں ماہرین کو حاصل ہے۔عام آدمی کسی بھی صاحبِ اجتہاد سے مسئلہ پوچھ کر عمل کر سکتا ہے اِس میں کوئی حرج نہیں۔

قرآن میں ہے کہ "پوچھ لو اہلِ علم سے اگر تمہیں علم نہیں۔

(سورۃ النحل۔ آیت 43)

یہ چار بنیادی حدود اجتہاد کو شریعت کے دائرے میں قائم رکھتی ہیں اور دین کو بدعت یا خواہش پرستی سے بچاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆



سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئر کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔